قدیم وجدید مناہج استشراق کے مشترکات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر یاسر عرفات اعوان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Orientalism emerged as a discipline and produced massive literature on Islam. Orientalists claim that they have introduced and applied Scientific method and new research methodology in their research. According to them objectivity, honesty and impartiality are the main features of their methodology. Unfortunately their writings regarding Islam lakes the mentioned features. Orientalists of different eras have some similarities in their approach and methodology. In this article similarities of the Orientalists are being presented critically analyzed.

***Keywords**:Orientalism,Research Methodology,Islam.*

دبستان استشراق کے تحقیقی منہج کا مطالعہ کرتے ہوئے تمام علمائے استشراق کو اکٹھا کر کے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سب کا منہج ہر دور میں اور تمام تحقیقی موضوعات میں ایک سا رہا ہے۔لیکن میادین اسلام میں استشراقی مطالعات کا جائزہ لینے سے قدیم و جدید مستشرقین کے بعض مشترک امور کی نشاندہی کرنا مشکل نہیں ہے۔حلقہ استشراق عموماً اس بات کا اعادہ کرتا دکھائی دیتا ہے کہ تحقیقی میادین میں اس کا منہج اعلیٰ علمی اقدار کا حامل ہے۔مستشرقین ابحاث وتحقیق میں معروضیت پسندی اور غیر جانبداری کو اصول کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔اسی طرح عقل ومنطق سے مستنبطہ اُصولوں کی روشنی میں تحقیقی موضوعات کو جانچا و پرکھا جاتا ہے اور اخذ نتائج میں علمی دیانت کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن حلقہء استشراق کا تخلیق کردہ ادب ان کے ان دعوؤں سے لگا نہیں کھاتا اسلام اور متعلقاتِ اسلام پر تحقیق کرتے ہوئے دبستان استشراق واضح طور پر تعصب اور جانبدارانہ رویوں سے مغلوب دکھائی دیتا ہے۔

علامہ محمد اسد اسی استشراقی رویے کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Europe may not accept the doctrines of Buddhist or Hindu philosophy, but it will always preserve a balanced, reflective attitude of mind with respect to those systems. As soon, however, as it turns towards Islam the balance is disturbed and an emotional bias creeps in ." (۱)

علامہ اسد کے بقول مغرب شاید بودھ مت اور ہندو فلسفہ کو تسلیم نہ کرے لیکن وہ ان مذاہب کے متعلق متوازن اور قابل فہم رویہ اختیار کرتا ہے لیکن جب اسلام کا سوال آتا ہے تو مغربی ذہن کا توازن بگڑ جاتا ہے اس میں نفرت کے جذبات اور تعصّبات شامل ہوجاتے ہیں۔

مقالہ ہٰذا میں قدیم وجدید مستشرقین کے مشترک اُمور یا اسلام کے بارے میں ان کے تحقیقی منہج کی یکسانیت کے حوالے سے معروضات ذکر کی جاتی ہیں

اسلام اور متعلقاتِ اسلام کو دیگر ادیان وملل اور تہذیبوں سے مستنبط و ماخوذ سمجھنا

مستشرقین کی ایک بڑی تعداد اسلام کو نئے الہامی وآسمانی دین کے طور پر تسلیم نہیں کرتی بلکہ ان کی ساری تگ ودو اسلام کو ماقبل ادیان (خصوصاً یہودیت ونصرانیت) یا تہذیبوں سے اخذ شدہ دین ثابت کرنے تک محدود ہے۔

معروف مسلمان محقق ڈاکٹر عمادالدین خلیل، جواد علی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **ان معظم المستشرقین النصاریٰ هم من طبقة رجال الدین أو من الخریجین من کلیات اللاهوت، وهم عندهم یتطرقون إلی الموضوعات الحساسة من الإسلام یحاولون جهد امکانهم ردها إلی اصل نصرانی (۲)**

اکثر عیسائی مستشرقین کا تعلق دینی طبقہ سے ہے یا وہ دینی کالجز سے فارغ التحصیل ہیں اور وہ اسلام کے متعلقہ حساس موضوعات میں داخل ہوتے ہیں اور حتی الوسع کوشش کرتے ہیں کہ ان موضوعات کو اصل نصرانیت کی طرف لوٹائیں۔

مسیحی مستشرقین اپنی ساری مساعی کے باوجود علمی وتحقیقی میادین میں اپنے اس دعوی کو ثابت نہیں کر سکے ہیں کہ اسلام کی اصل مسیحیت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب بنیادی مسئلہ یعنی عقیدہ توحید ہی میں تورات وانجیل سے شدید اختلاف رکھتی ہے اور اسلام دیگر تمام ادیان کے مقابلے میں منفرد تشخص کا حامل ہے۔

اسی طرح مشہور مستشرق گولڈزیہر فقہ اسلامی اور اس کے ارتقاء پر بیرونی اثرات (خصوصاً رومی قانون کے اثرات) کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے ایک عالمگیر حقیقت کے طور پر پیش کرتا ہے:

> "It is not astonishing that foreign cultural influences had an effect on the evolution of this legal method and on various details of its application. Islamic jurisprudence shows undeniable traces of the influence of Roman law……." (۳)

اس کے بقول یہ حیران کن امر نہیں ہے کہ بیرونی تہذیب وثقافت نے اسلامی قانون کے ارتقائی عمل کو متاثر کیا فقہ اسلامی پر رومی قانون کے ناقبل انکار اثرات موجود ہیں۔

فاضل مستشرق نے پورے تیقن سے اپنے دعوی کو پیش کیا ہے کہ اسلامی فقہ قانون روما کے ناقابل رد اثرات کی حامل ہے۔ لیکن اپنے دعوی کے حق میں ٹھوس شواہد پیش نہیں کیے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مختلف ادیان میں قواعد وضوابط اور قانونی امور میں بیرونی

مماثلت اور مشابہت پائی جاسکتی ہے اور اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جب تک کہ خارجی مماثلت کی تائید داخلی واندرونی عناصر اور تاریخی دستاویزات سے نہ ہو۔ رومی اور اسلامی قانون کے گہرے مطالعہ کے بعد پروفیسر فٹیز جیرالڈ گولڈ زیہر کی رائے کے برعکس نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''Differs radically in character and intention from the Roman Law.'' (۴)

پروفیسر جیرالڈ کے بقول اپنی اصل کے اعتبار سے اسلامی ورومی قانون میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

مفروضات کو معروضی حقائق قرار دینا

اسلامی میادین میں مستشرقین کے اسلوب تحقیق کا ایک مشترک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ عموماً آغاز بحث ہی میں مفروضات تحریر کرتے ہیں اور پھر انہیں مجرد اور معروضی حقیقت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ مثلاً فقہ اسلامی اور اس کے آغاز وارتقاء کو موضوع تحقیق بنانے والا معروف مستشرق جوزف شاخت اپنی تصنیف کے آغاز ہی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حجیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"His authority was not legal but, for the believers, religious and, for the lukewarm, political."(۵)

وہ قانونی امور میں حجت نہ تھے بلکہ ماننے والوں کے لیے ان کا مقام دینی و مذہبی تھا جبکہ عام آدمی کے لیے ان کا مرتبہ سیاسی نوعیت کا تھا۔

مذکورہ رائے جوزف شاخت کا ذاتی مفروضہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نص قرآنی کی متعدد آیات نبی آخر الزماں کی تشریعی حجیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قاضی کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (۶)

اسی کتاب کے تمہیدی صفحات میں شاخت لکھتا ہے کہ پہلی صدی کے ایک بڑے حصہ میں اصطلاحی معنوں میں فقہ اسلامی کا وجود ہی نہ تھا جو نبی کے عہد میں موجود تھی۔ اسی طرح وہ لکھتا ہے کہ اس وقت فقہ اور قانون کے نام سے جو رائج تھا وہ دین کے دائرہ سے باہر کی چیز تھی۔

پروفیسر شاخت نے لکھا ہے:

"During the greater part of the first century, Islamic law, in the technical meaning of the term, did not as yet exist. As had been the case in the time of the Prophet, law as such fell outside the sphere of religion." (۷)

جوزف شاخت کی مذکورہ اصولی آراء حقیقت سے لگا نہیں کھاتیں اس لیے کہ شرعی قانون سازی کا سلسلہ دورِ نبوت سے جاری رہا۔ آپ پہلے مفتی بھی تھے اور پہلے قاضی بھی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے فقہ وقضاء کے فرائض مسلسل سرانجام دیئے علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ عہد رسالت کی فقہی وقانونی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان صحابہ کرام کے اسماء ذکر کیے ہیں جو ان سرگرمیوں کا حصہ تھے۔ (۸) اسی پہلی صدی ہجری میں فقہ پر باضابطہ کتب لکھی جانے لگی تھیں۔

طے شدہ نتائج کو مدنظر رکھ کر تحقیق کرنا

مستشرقین، اسلام اور اس کی مبادیات وتفریعات کو موضوع تحقیق بناتے ہوئے نتائج پہلے سے طے کر لیتے ہیں اور مخصوص زاویہ نگاہ سے ان نتائج کے اثبات کے لیے دلائل تلاش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب، حلقہ استشراق کے اسی تحقیقی قاعدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فـالـمستشرق يبدأ بحثه و أمامه غاية حددها، و نتيجة وصل إليها مقدمًا، ثم يحاول أن يثبتها بعد ذلک، و من هناک يکون دأبه و استقصاؤه الذی بأبصار بعضم...... (۹)

مستشرق اپنی بحث کا آغاز کرتا ہے تو اس کے سامنے ایک محدود مقصود، اور وہ نتیجہ جس تک اس نے پہنچنا ہے پہلے سے موجود ہوتا ہے بعد میں وہ صرف اسے ثابت کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں سے اس کی عادت اور اس کا احاطہ اپنے لوگوں کے مطابق ہوتا ہے۔

علامہ محمد اسد، مستشرقین کے اسی اسلوبِ تحقیق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "They hardly ever investigate facts with an open mind, but start, almost in every case, from a foregone conclusion dictated by prejudice. They select the evidence according to the conclusion they a priori intend to reach. Where an arbitrary selection of witnesses is impossible, they cut parts of the evidence of the available ones out of the context, or 'interpret' their statements in a spirit of unscientific malevolence, without attributing any weight to the presentation of the case by the other party, that is, the Muslim themselves."(۱۰)

علامہ اسد کہتے ہیں کہ وہ کھلے ذہن سے تاریخی حقائق کی تحقیقات نہیں کرتے بلکہ تقریباً ہر معاملہ میں وہ پہلے سے طے شدہ نتائج سے تحقیقات کی ابتداء کرتے ہیں وہ من مانے نتائج حاصل کرنے کے لیے ایسے شواہد ڈھونڈتے ہیں جو ان کے مددگار بن سکیں جہاں ایسے شواہد نہیں ملتے تو وہ بعض شواہد کو سیاق وسباق سے الگ کر کے اپنا کام نکالتے ہیں اور ان شواہد کو غیر سائنسی طور پر اور بددیانتی سے توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کا نتیجہ نکالتے ہیں وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس معاملہ میں دوسرے فریق یعنی

مسلمانوں کا موقف کیا ہے۔

محمد اسد کے منقول الفاظ اسلام وشریعت اسلام کے بارے میں مستشرقین کے منہج تحقیق کی صحیح عکاسی کر رہے ہیں۔

احادیث نبوی کی صحت بارے ابہام وتشکیک

شریعت اسلام کے دوسرے بنیادی مصدر حدیث رسول کی تدوین وتحفیظ اور انتقال کی عظیم مساعی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے مستشرقین ذخیرہ حدیث کو روایات موضوعہ کا ایک مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ مستند منقول روایات سے ایسے اغماض برتتے ہیں گویا کہ ان کے نزدیک ان روایات کا وجود ہی نہیں ہے۔

احادیث کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے جوزف شاخت لکھتا ہے:

"Hardly any of these traditions, as for as, matters of religious law are concerned, can be considered authentic."(۱۱)

جہاں تک مذہبی قانون کا معاملہ ہے ان روایات میں مشکل سے ہی کوئی ایسی ہوگی جسے مستند قرار دیا جائے۔

اس اصولی نقطہ نظر سے جب مصادر دین جیسے اساسی موضوعات کو موضوع بحث بنایا جائے گا تو علمی دیانت اور معروضیت پسندی جیسے دعوؤں کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔ عہد رسالت ہی میں احادیث اور خاص طور پر احکامی احادیث کی حفاظت کی غیر معمولی مساعی کا آغاز ہوا اور علمائے حدیث نے بڑی جانفشانی سے مستند احادیث کا ذخیرہ مرتب کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فقہ و قانون سے متعلقہ امور تحریر کروائے مثلا حافظ ابن عبدالبر نے روایت نقل کی ہے۔

وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم كتاب الصدقات والديات ولفرائض والسنن لعمرو بن حزم (۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کے لیے صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب رقم کروائی تھی۔

مستشرقین مسلمات میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرنے سے باز نہیں آتے۔ پیغمبر اسلام کے نام کے بارے میں بھی ابہام و تشکیک پیدا کرنے کی سعی کی گئی۔ ڈاکٹر فتحی عثمان لکھتے ہیں:

لقد غالوا فى كتاباتهم فى السيرة النبوية و أجهدوا أنفسهم فى إثارة الشكوك و قد أثار و الشک حتى فى اسم الرسول ولو تمكنوا لأثاروا الشک حتى فى وجوده (۱۳)

انہوں نے سیرت نبوی پر اپنی کتب میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور شکوک وشبہات پیدا کرنے میں اپنے آپ کو تھکاتے رہے انہوں نے ہر چیز حتی کہ آپ کے نام میں بھی شک کو ہوا دی اور اگر ممکن ہوتا تو وہ آپ کے وجود میں بھی شک پیدا کر دیتے۔

تحریف

اسلامی مباحث میں استشراقی منہج تحقیق کا ایک پہلو تحریف بھی ہے۔ مستشرقین اپنی آراء اور نظریات کے اثبات کے لیے

نہ صرف محرف مواد پر انحصار کرتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر خود بھی تحریف کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب، حضرت زبیر بن عوامؓ کے بارے میں مشہور مستشرق ول ڈیورنٹ (Will Durant) کی روایت کردہ روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ولنعود إلی (ول دیورانت) لنری عندہ مثالا آخر فی موسوعۃ (قصۃ الحضارۃ) التی أشرنا إلیہا آنفاً یقول و ہو یتحدث عن الثراء الذی أصابہ المسلمون بسب الفتوح:

و کان للزبیر بیوت فی عدة مدن مختلفة، و کان یمتلک ألف جواد و عشرة آلاف عبداً. بنصه و هذا الخبر بهذه الصورة و بهذا الایجاز یجمع ألوانًا و أفانین من التحریف، ففیه زیادة، و فیه نقص، و فیه تغییر و تبدیل، و بیان ذلک إن الخبر ورد فی المصادر المعروفة و المشهورة هکذا: للزبیر ألف مملوک یؤدون إلیه خراجهم کل یوم، فما یُدخل. إلی بیته منها درهمًا واحدًا. یتصدق بذلک جمیعه. (۱۴)

ہم دوبارہ ول دیورانت کی طرف آتے ہیں تاکہ تہذیب کا قصہ نامی موسوعہ جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اس کے ہاں ایک اور مثال دیکھیں، وہ اس خوشحالی کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتا ہے جو مسلمانوں کو فتوحات کے سبب حاصل ہوئی۔ زبیر بن عوام کے مختلف شہروں میں کئی گھر تھے اور وہ ایک ہزار گھوڑوں اور دس ہزار غلاموں کے مالک تھے (اس کے اپنے الفاظ میں) یہ خبر اپنی اس شکل وصورت اور اختصار میں کئی قسم کی تحریف کی جامع ہے۔ اس میں (اصل پر) اضافہ اور نقص دونوں ہیں اسی طرح اس میں تبدیلی بھی کی گئی ہے اس کی حقیقت کا بیان یوں ہے کہ مشہور اور معروف مصادر میں یہ بات اس طرح منقول ہے کہ زبیر کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں ہر روز کمائی کر کے دیتے تھے اور وہ اس آمدن میں سے اپنے گھر میں ایک درہم بھی نہ لے جاتے تھے بلکہ وہ سب صدقہ کر دیتے تھے۔

مذکورہ تحریر میں تحریف کا بآسانی پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ مستشرق ول ڈیورنٹ نے ہزار گھوڑوں کا اضافہ اپنی طرف سے شامل کر دیا۔ اصل روایت میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اسی طرح روایت کے انتہائی اہم جزو کا تذکرہ ہی نہیں کیا کہ زبیر بن عوامؓ کے پاس آنے والے مال سے ایک درہم بھی ان کے گھر میں نہ جاتا تھا بلکہ سارا مال صدقہ کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح فاضل مستشرق نے غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے بڑھا کر دس ہزار کر دی اور غلاموں کی تمام آمدنی کے صدقہ کرنے کو گول کر دیے گئے۔ مذکورہ مثال سے حلقہ استشراق کی علمی دیانت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

شبہات کو جنم دینا

مستشرقین کے منہج واسلوب تحقیق کے تنقیدی مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ وہ میادین اسلامیہ سے متعلقہ مباحث میں حقائق کی رونمائی کرنے کی بجائے شبہات پیدا کر دیتے ہیں جس کی بنیاد وہ استشراقی ذہنیت ہے جو مجموعی اعتبار سے حلقہ استشراق پر غالب دکھائی دیتی ہے۔ پروفیسر ڈنکن بلیک میکڈونلڈ، معروف مسلمان عالم علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے

میں لکھتا ہے کہ وہ اجماع کے مصدر فقہ اسلامی ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا تھے وہ لکھتا ہے

"Even on the principle of agreement (Ijma) he threw a shadow of doubt." (۱۵)

فاضل مستشرق اپنی اس قول کے حق میں کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے میں میکڈونلڈ کی یہ رائے اصابت کی حامل نہیں ہے وہ اپنی اس رائے سے محض شبہ پیدا کرتا ہے مستشرقین کے تخلیق کردہ ادب میں ایسی بیسویں مثالیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے مستشرقین حقائق کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں اور شکوک وشبہات کو جنم دیکر اسلام کے بارے میں بدگمانی پیدا کرتے ہیں۔

غیر ثقہ یا ثانوی مصادر پر انحصار

مستشرقین، اسلام اور اس سے متعلقہ مباحث میں ثقہ ومعتبر مصادر کی بجائے غیر ثقہ مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسلامی موضوعات پر تحریر کرتے ہوئے مستشرقین اپنی فکریات کی اساس اصفہانی کی کتاب الاغانی پر بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ ان مراجع پر بھی انحصار کرتے دکھائی دیتے ہیں جنہیں علمائے اسلام نے ضعیف یا مطعون ٹھہرایا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے ممتاز ہندی عالم سید ابوالحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں:

''وہ (مستشرقین) رطب ویابس معلومات (جن کا بعض اوقات موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) دینی، تاریخی اور ادبی کتابوں بلکہ شعر وشاعری، قصوں کہانیوں، مسخروں کی خوش گپیوں اور طنز نگاروں کی نگارشات سے (خواہ وہ کتنی ہی سطحی اور بیہودہ ہوں) معلومات اخذ کرتے ہیں، پھر مکمل فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بنیاد پر ایسے علمی نظریات قائم کرتے ہیں جن کا ان کے ذہن ودماغ کے علاوہ کہیں وجود نہیں پایا جاتا۔'' (۱۶)

حدیث وسنت اور فقہ اسلامی کے میادین میں حلقہ استشراق میں امام کا درجہ پانے والے معروف مستشرق جوزف شاخت، سنت نبوی کے بارے میں اپنی رائے کی تعمیر میں سارا انحصار فقہی مصادر پر کرتے ہیں اور کتب حدیث سے صرف نظر کرتے ہیں۔ ان کے مصادر میں علم مصطلح الحدیث، علم جرح وتعدیل اور کتاب العلل سے متعلقہ ایک بھی کتاب شامل نہیں ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ جو آدمی علم حدیث کے مصادر اصلیہ سے اغماض برتے اور اس کی کسی علم کے بارے میں آراء ونتائج کو علمی وحتمی حقائق تسلیم کر لیا جائے۔

مستشرقین ضعیف اور شاذ روایات پر بھی تحقیق کی عمارت تعمیر کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ جواد علی لکھتے ہیں:

لقد أخذ المستشرقون بالخبر الضعيف فى بعض الأحيان و حكموا بموجبه، واستعانوا بالشاذ ولو كان متأخرا، أو كان من النوع الذى استفرغ به النقدة و أشارو إلى نشوزه، تعمدوا ذلک لأن هذا الشاذ هو الأداة الوحيدة فى إثارة الشک (۱۷)

مستشرقین کئی دفعہ ضعیف حدیث کو لیتے ہیں اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے ہیں اور شاذ کا سہارا لیتے ہیں اگرچہ وہ متاخر

ہی ہو یا اس قسم سے ہو جس کے بارے میں ناقدین اس کے شذوذ کا فیصلہ سنا چکے ہوں پھر بھی وہ اس کا قصد ضرور کرتے ہیں کیونکہ یہ شاذ تو شک پیدا کرنے کا واحد سہارا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام اور متعلقاتِ اسلام پر بحث وتحقیق کرتے ہوئے مستشرقین دیگر میادین میں طے کردہ اصول تحقیق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور سائنسی طریقہ کار (Scientific Methodology) کے سارے اسالیب نظر انداز کرتے ہوئے اسلام کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں کہ اسلام کا مطالعہ کرنے والے اس سے متنفر ہو جائیں اور خود مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں تشکیک فروغ پائے۔ مستشرقین کے منہج تحقیق کے بعض لطیف پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

> ''اکثر ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام کی کسی محبوب ومعظم شخصیت کی کسی ایک کمزوری کی نشاندہی کرتے ہیں اور قارئین کے دلوں میں اس کی جگہ بنانے کے لیے دس پندرہ فضائل ومحاسن (جن کی صحیفہ اخلاق میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی) بڑی دریا دلی سے ذکر کرتے ہیں۔ نتیجۃً قاری ان کی کشادہ دلی اور سیر چشمی سے مرعوب اور ان کی انصاف پسندی سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کمزوری کو (جو تمام فضائل ومحاسن پر پانی پھیر دیتی ہے) قبول کر لیتا ہے۔'' (۱۸)

اسی طرح ایک اور پہلو کی نقاب کشائی کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''یہ مستشرقین کسی دعوت وشخصیت کے ماحول، تاریخ اور طبعی اسباب ومحرکات کی ایسی مہارت اور چابک دستی سے تصویر کشی کرتے ہیں کہ یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ یہ دعوت یا شخصیت دراصل اسی ماحول اور انہیں محرکات کا قدرتی نتیجہ اور ان کا طبعی ردعمل تھا اور گویا کوہ آتش فشاں پھٹنے کے لیے تیار تھا۔ اس شخصیت نے صحیح وقت پہچان لیا، ایک چنگاری دکھائی اور وہ پھٹ پڑا۔ اس لئے قاری کا ذہن کسی غیر مادی سرچشمہ یا طاقت کی طرف جانے نہیں پاتا اور اس شخصیت یا دعوت کی عظمت یا اس کے ساتھ تائید الٰہی اور ارادہ غیبی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔'' (۱۹)

مولانا علی میاںؒ کی مذکورہ سطور استشراق کے انتہائی حساس پہلوؤں پر عمدہ گرفت اور ان کے منہج تحقیق کا درست محاکمہ ہے۔

مستشرقین کی ذکر کردہ جملہ آراء علمی دیانت اور معروضیت پسندی سے محروم دکھائی دیتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علمائے استشراق وحی الٰہی کی بالادستی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ عقل محض کو جملہ امور میں رہنما گردانتے ہیں۔ اسی طرح یہودیت ونصرانیت کے مصادر دین چونکہ تحریف کا شکار ہو چکے ہیں اور ان ادیان کے پاس آسمانی ہدایت اپنی اصل صورت میں محفوظ نہیں ہے اس لیے ان کی ساری توانائیاں مصادر اسلام کو ناقص اور مشکوک ثابت کرنے پر لگ رہی ہیں۔ دبستان استشراق کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مریم جمیلہ اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "Orientalism is not a dispassionate, objective study of Islam and its culture by the Erudite faithful to the best traditions of scholarship

to create profound, original research but nothing but an organized conspiracy to incite our youth to revolt against their faith, and scorn the entire legacy of Islamic history and culture as obsolete. The object is to create as much mischief as possible among the immature and gullible by sowing the seeds of doubt, cynicism and skepticism."(۲۰)

مریم جمیلہ استشراق کے منہج تحقیق پر تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ مستشرقین کا مطالعہ اسلام معروضیت پسندی سے محروم ہے۔ وہ استشراق کو باقاعدہ سازش قرار دیتی ہیں جس کا مقصد عالم اسلام کی نوجوان نسل کے اذہان میں تشکیک کے بیج بوکر انہیں اپنے دین کے بارے میں ایمان ویقین سے محروم کرنا اور اسلامی تہذیبی وثقافتی ورثہ کو متروک ثابت کرنا ہے۔

مستشرقین عموماً اپنی تصنیفات وعلمی تحقیقات میں اس بات پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں کہ وہ علمی اسلوب اور اصول ہائے بحث، دقت نظر، مآخذ ومراجع کی صحت واستناد کا اہتمام کرتے ہوئے نتائج اخذ کرتے ہیں۔لیکن علمائے استشراق کے تحقیقی ادب کا عمیق مطالعہ کرنے سے یہ دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا۔ان کی تحقیقات پر ان کے تعصب اور سیاسی ودینی مفادات کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''مستشرقین کے ایک بڑے طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی شریعت، مسلمانوں کی تاریخ، اور تہذیب وتمدن میں کمزوریوں اور غلطیوں کی تلاش وجستجو میں وقت صرف کریں اور سیاسی ومذہبی اغراض کی خاطر رائی کا پربت بنائیں۔اس سلسلے میں ان کا رول بالکل اس شخص کی طرح ہے جس کو منظّم وخوشنما وخوش منظر شہر میں صرف سیور لائنز، نالیاں، گندگی اور گھورے نظر آئیں، جس طرح محکمہ صفائی کے انچارج (Drain Inspector) کا کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی میں فریضہ منصبی ہوتا ہے کہ اس طرح کی رپورٹ پیش کرے۔ وہ متعلقہ ڈپارٹمنٹ کو جو رپورٹ پیش کرتا ہے اس میں طبعی طور پر قارئین کو سوائے گندگیوں اور کوڑے کرکٹ کے تذکرہ کے عام طور پر کچھ نہیں ملتا۔'' (۲۱)

اسلامیات اور شعبہ ہائے اسلامیات کے متعلق تحقیقات کرتے ہوئے مستشرقین اپنے ماحول اور جذبات ورجحانات سے کنارہ کش نہیں ہو پاتے۔روحانی حقائق اور مابعد الطبیعاتی امور پر تحقیق کرتے ہوئے وہ عقلیت پسندانہ اسلوب اختیار کرتے ہیں اور مخصوص مادہ پرستانہ نظریاتی پس منظر سے بھی مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔تنقید کے منصفانہ اصولوں کی پاسداری اور منطقی تجزیہ کے دعوے سے وہ میادین اسلام کو موضوع تحقیق بناتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عدل کا دامن تھامے دکھائی نہیں دیتے۔علمی مغالطے، شکوک کی تخم ریزی، مبالغہ، مبہم اصطلاحات کا استعمال اور مفروضات کو تاریخی وعالمگیر حقائق ثابت کرنا اور مباحث تحقیق میں تعارض وتضاد کی واضح جھلک دبستان استشراق کے جانبدارانہ رویہ کی نشاندہی کرتی ہے۔علمائے استشراق کی غالب اکثریت یہودیت یا نصرانیت

کے پیروکاروں پر مشتمل ہے۔اس لیے جیسا کہ ماقبل ذکر کیا جاچکا ہے مستشرقین کی اجتماعی مساعی اسلام اور اسلامی قانون وتہذیب کے سرچشموں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرکے اسلام کے حال سے بیزاری، ماضی سے بدگمانی اور مستقبل سے ناامیدی کو جنم دینا ہے۔علمائے استشراق کے منہج واسلوب تحقیق کے مذکورہ پہلوؤں سے بھی یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کی جو تصویر وہ پیش کرتے ہیں وہ مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، مستشرقین کے معیارہائے نقد وتحقیق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

تری لو استعمل المسلمون معاییر النقد العلمی التی یستعملها المستشرقون فی نقد القرآن والسنة و تاریخنا، فی نقد کتبهم المقدسة، و علومهم الموروثة، ما ذا یبقی لهذه الکتب المقدسة والعلوم التاریخیة عندهم من قوة؟ وما ذا یکون فیها من ثبوت؟(۲۲)

ڈاکٹر سباعی لکھتے ہیں کہ علمی نقد کے جو معیارات علمائے استشراق نے قرآن وسنت اور ہماری تاریخ کے لیے استعمال کیے ہیں، انہیں اگر ان کی مقدس کتب اور علوم کے نقد کے لیے مسلمان استعمال کریں تو بتائیے کہ ان کی مقدس کتب اور تاریخی کتب اور تاریخ علوم میں کیا قوت ہوگی اور ان میں کون سا ثبوت ہوگا۔

استشراقی منہج تحقیق کے ذکر کردہ مشترکہ امور اسلام اور متعلقات اسلام کے بارے میں مستشرقین کے جانبدارانہ اور مبنی بر تعصب رویے کی عکاسی کرتے ہیں اور بعض مستشرقین کہ جنہوں نے اپنی تحقیقات میں حقیقت پسندی، انصاف اور اعتدال کا دامن تھامے رکھا ہے ان کی مساعی کو بھی فروتر بنادیتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مستشرقین کے منہج واسلوب کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کے جملہ میادین کے بارے دبستان استشراق کے تخلیق کردہ ادب کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے۔اور تسامحات کی نشاندہی کرکے علم وتحقیق سے جڑے لوگوں کے سامنے حقائق پیش کیے جائیں۔

حوالہ جات

(۱) Asad, Muhammad, Islam At The Cross Roads, Lahore, Arfat Publications, 1934, P.62

(۲) عمادالدین خلیل، دراسات تاریخیة، بیروت، دارابن کثیر للطباعة والنشر والتوزیع، ل۔ت، ص۱۵۹

(۳) Goldziher, Ignaz, Introduction to Islamic Theology and Law, New Jersey, Princeton University Press, Princeton, 1981, P.44

(۴) Fitzgerald, S.V, The alleged debt, of Islamic ot Roman Law "The law quarterly review 67 (Jan 1951) P.86

(۵) Schacht, Joseph An Introduction to Islamic Law, Oxford University Press, 1982, P.11

(۶) سورۃ النساء۴:۶۵

(۷) An Introduction to Islamic Law p.19

(۸) ابن قیم الجوزیۃ، ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار ابن الجوزی، الطبعۃ الأولی، ۱۴۲۳ھ، ۲/۱۴۔۴۲

(۹) عبدالعظیم محمود الدیب، الدکتور، المنہج فی کتابات الغربیین عن تاریخ الاسلامی، قطر، کتاب الامۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۱ھ، ص ۱۷

(۱۰) Asad,Muhammad,Islam at the Cross Roads,P.63

(۱۱) Schacht,Joseph,An Introduction to Islamic Law,P.34

(۱۲) محمد فتحی عثمان، اضواء علی التاریخ الاسلامی، القاہرہ، دار النوادر، ل۔ت، ص ۶۹

(۱۳) عبدالعظیم محمود الدیب، الدکتور، المنہج فی کتابات الغربیین عن تاریخ الاسلامی، ص ۱۱۵، ۱۱۶

(۱۴) ابن عبدالبر، الاندلسی، جامع بیان العلم وفضلہ (باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم حدیث: ۳۹۲)، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ دار ابن الجوزی، ص ۳۰۳

(۱۵) Macdonald, Duncan B.Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory,New York,Charles Scribner's Sons,1903,P.209

(۱۶) ابوالحسن علی ندوی، سید، اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۲ء، ص۔ ۱۴، ۱۵

(۱۷) جواد علی، دکتور، تاریخ العرب فی الاسلام، بیروت، دار الحداثۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ل۔ت ص ۸

(۱۸) ابوالحسن علی ندوی، سید، اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، ص ۱۵

(۱۹) ایضاً

(۲۰) Maryam Jameelah, Islam and Orientalism,Lahore,Mohammad Yusuf Khan & Sons, Second Edition,1990,P.166

(۲۱) ابوالحسن علی ندوی، سید، اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین، ص ۱۳، ۱۴۔

(۲۲) السباعی، الدکتور محمد مصطفیٰ، الاستشراق والمستشرقون، بیروت، دار الوراق، ل۔ت، ص ۴۵